کہتی تھی۔ تقدیر ہو تو ایسی ہو۔ ایک میری پھوٹی تقدیر۔ بکی بھی تو کہاں۔ رنڈی کے گھر مین۔

اسکے بعد مین نے اپنا مختصر حال کہہ سنایا کہ جس سے آپ بخوبی واقف ہین۔ مین دن بھر وہین رہی جب تخلیے کی باتین ہو چکین۔ نوکرون۔ چاکرون کو آواز دی۔ طبلے کی جوڑی ستار۔ طنبور۔ یہ سب سامان منگایا گیا۔ گانے بجانے کا جلسہ ہوا۔

جب ہم دونون اکیلے تھے تو وہ رام دئی تھین۔ اور مین امیرن۔ سب لوگون کے سامنے پھر وہ بیگم صاحب ہو گئین۔ اور مین امراؤ جان۔ تین چار گھنٹے تک گانے۔ بجانے کا چرچا رہا۔ بیگم بھی کسی قدر ستار بجا لیتی تھین۔ جب مین گا چکتی تھی تو وہ ستار کی کوئی گت چھیڑ دیتی تھین۔ ایک مغلانی کا گلا بہت اچھا تھا۔ اوسکو گوایا۔ سر شام تک بڑے لطف کی صحبت رہی۔

ہان اے نگاہِ شوق مناسب ہے احتیاط
ایسا نہو کہ بزم مین چرچا کرے کوئی

قریبِ شام محل مین نوابصاحب کی آمد آمد کا غُل ہوا۔ وہ بے تکلفی کی صحبت برہم ہو گئی طبلے کی جوڑی ستار۔ طنبورہ۔ سب چیزین ہٹا دی گئین۔ چھپنے والیان ادھر ادھر ملک کے پردے مین جانے لگین۔ اور سب لوگ اپنے اپنے قرینے سے ہو گئے۔ مین بھی بیگم سے الگ ہٹ کر مقطع بنکے بیٹھ گئی۔ جس دالان مین ہم لوگ بیٹھے تھے۔ وہان سے دروازے کا سامنا تھا۔ پردہ پڑا ہوا تھا۔ نواب کے انتظار مین اس پردے کی طرف نگاہین لگی ہوئی تھین۔ مین بھی اوسی طرف دیکھ رہی تھی۔ اتنے مین کسی خدمتگار نے چلا کے کہا۔ نوابصاحب تشریف لاتے ہین۔ چند لمحے کے بعد مہری نے پردہ اوٹھا کے کہا۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم"۔ نواب اندر داخل ہوے۔

مین۔ (صورت دیکھتے ہی دل مین)۔ وہی تو ہین۔ (سلطان صاحب)۔ ہے ہے۔ کس موقع پر سامنا ہوا ہے۔ نواب کی نگاہ بھی مجھپر پڑی۔ پہلے تو کچھ جھجکے۔ پھر بغور میری طرف دیکھتے ہوے آگے بڑھے۔ مین بھی اونھین کی طرف دیکھ رہی تھی۔

مین دیکھتا ہون جو اونکی طرف تو حیرت سے
مری نگاہ کا وہ اضطراب دیکھتے ہاین ؎

اب نواب دالان کے قریب پھونچ گئے اور میرے ہی طرف دیکھے جاتے تھے۔کہ۔

بیگم۔اُوہی نواب دیکھتے کیا ہو! یہ وہی ہاین امراؤ جان جو کانپور۔ - - - - - - - -

نواب۔(انجان بنکے)۔ہان مین سمجھا۔تمنے پرسون اِنھین کا توذکر کیا تھا۔

اب فرش کے قریب پھونچگئے۔سب تعظیم کے لیے اوٹھ کھڑے ہوئے۔ نواب مسند پر بیگم کے پہلو مین اِک ذرا سرک کے بیٹھ گئے۔

اب شام ہوگئی تھی۔مہری نے دو کنول سفید روشن کرکے سامنے رکھے۔بیگم پان بنانے لگین۔ اِس اثنا مین نواب آنکھ بچا کے میری طرف دیکھا۔مین نے کنکھیون سے اونھین دیکھا۔اب نہ وہ کچھ کہہ سکتے ہاین۔ نہ مین بول سکتی ہون۔مُنہ سے بولنے کا تو موقع نہ تھا مگر اوسوقت آنکھین زبان کا کام دے رہی تھین۔شکوے۔شکایت۔رمز و کنایت۔ سب اشارون مین ہوا کیا۔

نواب۔(کسی قدر اجنبیت کے ساتھ)۔امراؤ جان صاحب واقعی ہم تو آپکے بہت ہی ممنون ہاین۔واقعی کانپور مین اوس شب کو تمھاری وجہ سے ہمارا گھر لٹنے سے بچ گیا۔

مین۔یہ آپ کیون مجھے کانٹون مین گھسیٹتے ہاین۔ایک اتفاقی امر تھا۔

نواب۔خیر وہ کچھ ہو وجہ تمھاری تھی۔خیر وہ اسباب تو وہان کچھ نہ تھا۔مگر ایک بڑی خیریت ہوگئی۔تمام ضروری کاغذات کوٹھی مین موجود تھے۔

مین۔یہ حضور اون دونون جنگلے مین عورتون کو چھوڑ کے کہان گئے تھے۔

نواب۔کیا کہون۔ایسی ہی مجبوری تھی۔لکھنؤ کی جائداد بادشاہ نے ضبط کرلی تھی۔ لاٹ صاحب کے پاس کلکتہ جانا ضرور تھا۔ایسی عجلت ہن گیا تھا کہ نہ کچھ سامان کیا نہ لیا نہ دیا۔صرف شمشیر خان اور ایک آدمی اور ساتھ لے کے چلا گیا۔

مین۔وہ کوٹھی ایسے جنگلے مین ہے کہ جو واردات نہ ہو تعجب ہے۔

نواب۔سواے اوس واقعے کے اور کوئی واردات کبھی نہاین ہوئی۔ وجہ یہ تھی کہ غدر ہونے کو تھا۔بدمعاشون نے سر اوٹھایا تھا۔ملک مین اندھیر مچا ہوا تھا۔

اِسکے بعد اور اِدھر اودھر کی باتین ہوا کین۔پھر دسترخوان بچھا۔سب نے مِل کے ساتھ

کھانا کھایا۔ جب حقہ پان سے فراغت ہو چکی۔ تو نواب نے گانے کی فرمایش کی۔ مین نے یہ غزل شروع کی۔

مرتے مرتے نہ قضا یاد آئی
اوسی کافر کی ادا یاد آئی
تمکو لعنت نہ وفا یاد آئی
یاد آئی تو جفا یاد آئی
ہجر کی رات گذر ہی جاتی
کیون تری زلف رسا یاد آئی
تم جدائی مین بہت یاد آئے
موت تم سے بھی سوا یاد آئی
لذتِ معصیتِ عشق نہ پوچھ
خلد مین بھی یہ بلا یاد آئی
چارہ گر زہر منگا دے تھوڑا
لے مجھے اپنی دوا یاد آئی

اور شعر یاد نہین۔ مقطع یہ ہے۔

کیا غزل کوئی کہی ہے - - - - -
آج کیون بادِ صبا یاد آئی

برسات کے دن ہین - پانی جھما جھم برس رہا ہے۔ آمون کی فصل ہے۔ میرے کمرے مین مجمع ہے۔ بسم اللہ جان - امیر جان - بیگا جان خورشید جان۔ رنڈیون مین۔ نواب بنّن صاحب - نواب چھبّن صاحب - گوہر مرزا - عاشق حسین - تفضل حسین - امجد علی - اکبر علیخان - مردون مین - یہ سب صاحب موجود ہین۔ گانا ہو رہا ہے - اتنے مین بسم اللہ - جیسی ہو گا - گانا تو روز ہوا کرتا ہے - اِسوقت تو کڑھائی چڑھاؤ - کچھ پکوان پکواؤ - دیکھو کیسا مینہ برس رہا ہے -

مین - اونہہ - بازار سے جو جی چاہے منگوا لو -

خورشید- بازار سے منگوا لو- یہ خوب کہی- اپنے ہاتھ سے پکانے مین مزا ہی اور ہے-
امیر- بہن تمھین ہنڈیا ٹھونکنے کا مزا ہے- ہمنے تو نہ کبھی پکایا ہے- نہ پکانے کی قدر جانتے ہاین-

بگا- تو پھر وہی بازار کی ٹھہری- مین- ای ہے باجی کیا بھوکی ہو!-

بگا- مین تو بھوکی نہاین ہون- بسم اللہ سے پوچھو جسنے صلاح دی تھی-

بسم اللہ- بھئی کچھ نہ کچھ تو آج ہونا چاہیے-

مین- مین بتاؤن- چلو بخشی کے تالاب چلین-

بسم اللہ- ہان بھئی کیا بات کہی ہے- خورشید- خوب سیر ہوگی-

بگا- ہم بھی چلین گے- مین- اچھا تو سامان کرو-

بات کہتے مین تین گاڑیان کرائے پر آگئین- کھانے پکانے کا سامان گاڑیون پر لدوا دیا گیا- دو جھولداریان نواب جن صاحب کے گھر سے آگئین- سب گاڑیون پر سوار ہو کے روانہ ہوئے-

گومتی اوسپار ہو چکے گانا شروع ہوا- اوسدن بگا جان کا گانا-

جھولا کِن ڈارو رے امریان

کیا کیا تانین لی ہین کہ دل پسا جاتا تھا-

شہر سے نکل کے جنگل کا سمان لائق دید تھا- جدھر نگاہ جاتی ہے سبزہ ہی سبزہ نظر آتا ہے- بادل چارون طرف گھرے ہوئے ہین- مینہ برس رہا ہے- درختون کے پتون سے پانی ٹپک رہا ہے- نالے- ندیان- جھیلین- بھری ہوئی ہین- مور ناچ رہے ہین- کوئل کوک رہی ہے- بات کہتے مین تالاب پر پہونچ گئے- بارہ دری مین فرش کیا گیا- چولھے بنگئے- کڑاہیان چڑھ گئین- پوریان تلی جانے لگین-
نواب چھبّن صاحب بارانی پہن کے شکار کو نکل گئے- گوہر مرزا آمون کی کھانچیان چکا لائے- اتنی دیر مین نوکرون نے سڑک کے کنارے باغ مین جھولداریان گاڑدین گانون سے چارپائیان آگئین- یہان اور ہی لطف تھا- آم ٹپک رہے ہین-
ایک ایک آم پر چار چار آدمی ٹوٹے پڑتے ہین- پانی مین چھپکے لگا رہے ہین- کوئی ادھر دوڑا جاتا ہے- آپس مین دھینگا مشتی ہو رہی ہے- اب اسمین اگر کوئی گر پڑا تو

کپڑے کیچڑ مین لت پت - تھوڑی دیر پانی مین جا کے کھڑے ہو گئے - پھر ویسی ہی خاتون - جن کے مزاج مین کسی قدر احتیاط تھی - جیسے باجی . بیگا جان - وہ چھولداری ہی مین بیٹھی رہین -

بسم اللہ نے پیچھے سے جا کے منہ پر آم کا رس مل دیا - پھر اونکی چیخین اور سب کا قہقہہ لگانا - دیکھنے کا تماشا تھا -

نہین معلوم کہان سے بہتی بہاتی تین نٹنیان آنکلین - اونکو گانا شروع کیا - اونکے ساتھہ کا ڈھولکی والا غضب کی ڈھولکی بجاتا تھا - بھلا اونکا ناچ گانا ہم لوگون کو کیا اچھا معلوم ہوتا - مگر اوس موسم مین اور ویسی جگہہ کچھہ ایسا نامناسب تھا -

دو گھڑی دن رہے ہماری قسمت سے آسمان کھل گیا - دھوپ نکل آئی - ہم لوگ احتیاطاً ایک ایک جوڑا گھر سے لیتے آئے تھے - سب نے کپڑے بدلے - جنگل کی سیر کو نکلے -

مین بھی اکیلی اک طرف کو روانہ ہوی - سامنے گنجان درخت تھے - سورج انھین درختون کی آڑ مین ڈوب رہا تھا - سبزے پر سنہری کرنون کے پڑنے سے عجیب کیفیت تھی - جابجا جنگلی پھول کھلے ہوئے تھے - چڑیان سبزے کی تلاش مین ادھر ادھر اوڑ رہی تھین - سامنے جھیل کے پانی پر آفتاب کی شعاع سے وہ عالم نظر آتا تھا جیسے پگھلا ہوا سونا جھلک رہا ہے - درختون کے پتون کی آڑ مین سورج کی کرنین اور ہی عالم دکھا رہی تھین - آسمان پر سرخ شفق پھولی ہوئی تھی - اوس وقت کا سمان ایسا نہ تھا کہ ایک خفقانی مزاج عورت جیسی کہ مین ہون - جلدی سے چھولداری مین چلی آتی - یہ تماشا دیکھتی ہوئی خدا جانے کتنی دور نکل گئی - آگے جا کر ایک کچی سڑک ملی - اسپر کچھہ گنوار راستہ چل رہے تھے - کسی کے کندھے پر ہل تھا - کوئی بیلون کو ہانکتا ہوا چلا جاتا تھا - ایک چھوٹی سی لڑکی گائے - بھینسین لئے جاتی ہے - ایک لڑکا بہت سی بھیڑون بکریون کے پیچھے پیچھے تھا - یہ سب آنکھون کے سامنے آئے - اور پھر نظرون سے غائب ہو گئے - مین پھر اکیلی کی اکیلی ہی رہ گئی - نہین معلوم کس دھن مین تھی - مگر اب اس سڑک پر چلنے لگی - اپنے نزدیک مین اب گویا تالاب کی طرف چل رہی ہون - اب اندھیرا ہوتا جاتا ہے - سورج ڈوبنے ہی کو

تھا - اب میرے قدم جلد جلد اوٹھ رہے ہین - آگے چل کر ایک فقیر کا تکیہ ملا - یہان چھ کو
لوگ بیٹھے حقہ پی رہے تھے - یہان مین نے تالاب کا راستہ پوچھا - معلوم ہوا کہ مین لکھنؤ
کی طرف چلی جاتی ہون - تالاب دہنے کو چھوٹ گیا ہے - یہان سے سڑک چھوڑنا پڑی
ایک میہڑ مین سے ہو کے راستہ تھا - تھوڑی دور جا کر ایک نالہ ملا - نالے کے اوس پار
تھوڑے فاصلے پر دو تین درخت تھے - مین نے دیکھا کہ ان درختون کی جڑ سے ایک
ذرا ہٹ کر کوئی شخص میلی سی دھوتی باندھے مرزئی پہنے - ایک میلا سا چادر اکڑے
لپٹا ہوا کھرپی ہاتھ مین لیے کچھ کھود رہا ہے - میرے اس شخص کے چار آنکھین ہوتے ہی
پہلے تو کچھ شبہہ سا ہوا - پھر ایک مرتبہ غور سے دیکھا - اب قریب یقین کے ہو گیا کہ وہی
ہے - چاہتی تھی کہ منہ پھیر لون - مگر نگاہ کمبخت اوسی طرف لڑی رہی - اب تو بالکل
یقین ہو گیا - قریب تھا کہ غش کھا کے گر پڑون - اور ضرور ہی گر پڑتی - کہ اتنے مین دور
سے اکبر علیخان کے نوکر سلار بخش کی آواز کان مین آئی - مجھے ڈھونڈھنے نکلا تھا -
مجھے آتے دیکھکر دلاور خان نے کھرپی ہاتھ سے رکھدی تھی جس طرح مین اوسے
دیکھ رہی تھی - وہ بھی مجکو دیکھ رہا تھا - مگر یقیناً اوسنے مجھے نہ پہچانا ہوگا - مین نے اوسکو
اچھی طرح پہچان لیا تھا -

سلار بخش کی آواز سنکے وہ نالے کی طرف بھاگا - اتنے مین سلار بخش میرے پاس
پہونچ گیا - مین مارے خوف کے تھر تھر کانپ رہی تھی - آواز منہ سے نہین نکلتی تھی
گھگھی بندھی ہوئی تھی - سلار بخش نے میرا یہ حال دیکھ کے کہا - ہائے ڈر گئین -

مین نے درخت کی طرف اشارہ کیا - سلار بخش اوس طرف دیکھنے لگا -

سلار بخش - وہان کیا دھرا ہے - اک کھرپی پڑی ہے - واہ - اس سے ڈر گئین
آپ سمجھین کوئی قبر کھود رہا ہے - اور وہ گیا کہان جو کھود رہا تھا -

مین - منہ سے تو بولا نہ گیا - ہاتھ سے نالے کی طرف اشارہ کیا -

سلار بخش - چلم پینے گیا ہوگا تکیے پر - اچھا تو چلیے نواب چھمین صاحب بہت سی
مرغابیان شکار کر کے لائے ہین - آپکا کہین پتا نہین - میان ادھر ڈھونڈھنے گئے
مین ادھر آیا - یہ کیسے آپ مل گئین نہین تو آپ کو راستہ نہ ملتا -

مین نے ہان نہ - کسی بات کا کوئی جواب نہین دیا - آخر سلار بخش بھی چپ ہو رہا -

تھوڑی دیر مین کھیتون مین سے ہو کے تالاب پر پہونچگیٔی۔
رات کو یہین رہنے کی ٹھہری۔ جب کھانے وانے سے فراغت ہو گئی۔ مین نے اکبر علیخان سے کل واقعہ بیان کیا۔

اکبر علیخان۔ تمنے اچھی طرح دیکھا۔ یہ وہی دلاور خان تھا۔ فیض آباد کا رہنے والا اوسکا تو حلیہ جاری ہے۔ افسوس تمنے پہلے سے نہ کہا۔ بدمعاش کو چل کے گرفتار کرتے بڑا نام ہوتا۔ سرکار سے انعام ملتا۔ ایک ہزار کا اشتہار ہے۔ اور یہ کھودتا کیا تھا۔

مین۔ کیا معلوم۔ مووا اپنی قبر کھودتا ہو گا۔

اکبر علیخان۔ اوسکے نام سے تمھارے مُنہ پر ہوائیان چھوٹنے لگتی ہین۔ اب وہ تمھارا کیا کر سکتا ہے۔

مین۔ (دل کو ذرا تھام کے) ضرور اوسنے غدر کے زمانے مین وہان کچھ گاڑ دیا ہوگا۔ اوسے کھودنے آیا ہے۔

اکبر علیخان۔ چلو دیکھین۔ **مین۔** مین تو نہ جاؤنگی۔

اکبر علیخان۔ مین جاتا ہون۔ سلار بخش کو لیے جاتا ہون۔

مین۔ کہان جاؤگے۔ اب وہان کچھ دھرا ہو گا۔ وہ کھود کے لے بھی گیا ہو گا۔

اکبر علیخان۔ مین تو ضرور جاؤن گا۔

یہ ذرا زور سے کہا۔ پاس نواب چھبن صاحب کی چھولداری تھی۔ وہ اور بسم اللہ دونون جاگ رہے تھے۔

نواب۔ خانصاحب کہان جایٔے گا۔

اکبر علیخان۔ نوابصاحب آپنے ابھی آرام نہین کیا۔

نواب۔ جی نہین۔ **اکبر علیخان۔** مین حاضر ہون۔

نواب۔ آیٔیے۔

اکبر علیخان اور مین دونون نواب کی چھولداری مین گیٔے۔ کل واقعہ بیان کیا۔

نواب۔ (مجھسے) اور تم اوس بدمعاش کو کیا جانو۔

مین۔ (اپنی سرگذشت تو ان سے کیا کہتی) مین جانتی ہون۔ اچھی طرح جانتی ہون۔

مین بھی فیض آباد کی رہنے والی ہون۔
نواب۔ آہ ہاہ۔ آپ بھی فیض آباد کی ہین۔
اکبر علیخان۔ مگر اس مردود کا کوئی بندوبست کرنا چاہیئے۔ ایسے مین ہین کہین ہے۔ عجب نہین گرفتار ہو جائے یہ کہہ کے سلار بخش کو آواز دی۔ قلمدان منگایا۔
تھانہ قریب تھا۔ تھانہ دار صاحب کو رقعہ لکھا۔
تھوڑی دیر مین تھانہ دار صاحب مع دس بارہ سپاہیون کے آموجود ہوے۔
مین نے جو دیکھا تھا اون سے کہدیا۔ گانون سے پاسی بلوائے گئے پہلے اوس موقع پر جاکر ڈھونڈھا۔ تکیہ پر فقیر سے کسی قدر سراغ اور ملا۔ ایک سپاہی کو ایک اشرفی شاہی زمانے کی ملی۔ وہ تھانہ دار صاحب کے پاس لے آیا۔
تھانہ دار۔ خدا چاہے تو مع مال گرفتار ہو۔
تھانہ دار صاحب نے واقعی اچھّا بندوبست کیا۔ سپاہیون نے بھی خوب ہی تک ودو کی۔ آخر تین بجے رات کو نگا گنج مین گرفتار ہوا۔ صبح ہوتے ہوتے تالاب پر پہونچگیا۔ تلاشی مین چوبیس اشرفیان برآمد ہوئین۔ مین شناخت کے لیے بلائی گئی۔
میری شناخت کے علاوہ دو سپاہیون نے بھی پہچانا۔ دس بجے چالان لکھنؤ کو روانہ ہوا۔
مرزا رسوا۔ اچھّا تو پھر اوسکا حشر کیا ہوا۔ اس قصّے کو جلدی ختم کیجیے۔
امراؤ۔ ہوا کیا۔ کوئی دو مہینے کے بعد معلوم ہوا پھانسی ہو گئی۔ واصل جہنم ہوا۔

نہ پوچھ نامۂ اعمال کی دلآویزی
تمام عمر کا قصّہ لکھا ہوا پایا

مرزا رسوا صاحب! جب آپنے میری سوانح عمری کا مسودہ مجھے نظر ثانی کرنے کے لئے دیا تھا۔ مجھے ایسا غصّہ آیا کہ جی چاہتا تھا۔ پُرزے پُرزے کرکے پھینک دون۔ بار بار یہ خیال آتا تھا کہ زندگی مین کیا ہمکو روسیاہی ہوئی ہے کہ اوسکا افسانہ بعد مرنے کے بھی باقی رہے۔ کہ لوگ اوسے پڑھین۔ اور مجکو لعنت ملامت کیا کرین۔ مگر مزاج کی تساہلی اور آپ کی محنت کے لحاظ نے ہاتھ روک لیا۔